بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

حافظ حسن مدنی

اسلام میں نسب ونسل کا تحفظ

اثباتِ نسب میں قیافہ وقرائن اور DNA ٹیسٹ وغیرہ کی حیثیت

یورپ میں نکاح کے بغیر جنسی تعلقات معمول کی بات ہے۔نسب کے تحفظ کے ذرائع اختیار نہ کرنے کی بنا پر اُنہوں نے نسب کے تعین کے لئے طبعی ذرائع پر انحصار کر رکھا ہے، جس میں جدید سائنسی طریقہ DNA بڑا کارآمد ثابت ہوا ہے۔ وہاں جنسی بے راہ روی اس حد تک ہے کہ کوئی انسان یقین سے اپنے باپ کی نشاندہی نہیں کرسکتا، یہی وجہ ہے کہ اب باپ کے بجائے ماں کے نام کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی جارہی ہے۔

دوسری طرف اسلام نسب کے تحفظ کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے اور شریعتِ اسلامیہ کے کئی احکامات کا انحصار بھی اسی پر ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس کا ایک ٹھوس نظام ہے۔ جدید معاشروں سے مرعوبیت کی وجہ سے ہم اپنے اس امتیازی نظام اور اس کی حدود کو نظر انداز کر کے انہی مغربی ذرائع پر والہانہ انداز میں انحصار کرنا چاہتے ہیں ۔ہمارا حکمران طبقہ خصوصاً عدل وانصاف سے وابستہ لوگ مغرب سے آئی ہر چیز کو بغیر سوچے سمجھے اپنانے کے عادی ہیں، جیسا کہ گذشتہ دنوں پاکستان میں اس نوعیت کے کئی کیسوں میں عدالت نے DNA ٹیسٹ کی بنا پر ہی اپنا فیصلہ صادر کیا ہے۔ ان کیسوں کی تفصیلات اور ان کے فیصلوں کا تذکرہ ذرائع ابلاغ پر بھی بکثرت ہوا جس سے عوام کے ذہنوں میں بھی انتشار پیدا ہوا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ ان پیش آمدہ مسائل میں کسی کے پاس وہ اساسی نکات نہیں ہیں جنہیں کسوٹی قرار دے کر ان کی بنا پر فیصلہ کیا جائے۔ زیرنظر مضمون میں قرآن وحدیث کے مختلف اقتباسات سے اسی کسوٹی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کو سیکھنے اور اسے اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین!

'نسب کا تحفظ' رشتہ داری اور خاندانی نظام کی پہلی کڑی ہے!

مسلمانوں کے آپس میں رشتہ داری کے تعلقات اور صلہ رحمی ایسا امتیاز ہیں جس سے مغربی معاشرے محروم ہیں۔مسلمانوں میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے خاندان کے ساتھ مل کر ایک مستقل شناخت رکھتا ہے، جس کے فرائض اور حقوق کی پوری تفصیلات شریعتِ اسلامیہ میں ملتی

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اسی نسل اورنسب کے تحفظ سے ایک پورا خاندان وجود میں آتا ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنی صفت اور بہت بڑا انعام بتلایا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا﴾ (الفرقان:۵۴)

''اللہ وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، پھر اس کا نسب اور سسرالی رشتہ بنایا۔''

اسلام کے پیش نظر چونکہ ایک صالح اور ذمہ دار معاشرہ کی تشکیل ہے، اس لئے اس میں ایسے احکامات کی ایک لمبی تفصیل پائی جاتی ہے۔سماجی تعلقات اور انسانوں کے باہمی رویے اسلام کا اہم ترین موضوع ہے، نسب اورنسل کی حفاظت سے ہی آپس میں رشتہ داریاں قائم ہوتیں ہیں، اورجس معاشرے میں رشتہ داریوں کا یہ احترام یا ان کا کوئی نظم نہ پایا جائے وہ معاشرہ گویا جانوروں کا معاشرہ ہے، جس میں نسب کی حفاظت کا کوئی نظام نہیں۔قیامت کی سنگینی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِيْ الصُّوْرِ فَلاَ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ﴾ (المومنون:۱۰۱)

''جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو اس دن آپس کے نسب کی کوئی پروا نہ رہے گی۔''

یہی بات دیگر مقامات پر بھی ایسے آئی ہے کہ روزِ قیامت آدمی اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور باپ بیٹے سے دور بھاگے گا اور رشتہ داری کی کوئی پروا نہ ہوگی۔(المعارج:۱۲وعبس:۳۱)

رشتہ داروں سے انسان اپنا دکھ سکھ بانٹ سکتا ہے اور رشتہ داری حقیقتاً خون کے تعلق،یعنی نسب ونسل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔اللہ نے قرابت اور رشتہ داری کو توڑنے سے منع کرتے ہوئے کہا ہے:﴿وَاتَّقُوْا اللهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالأَرْحَامَ﴾ (النساء:۱)

''اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کا تم واسطہ دیتے ہو اور رشتہ داری کو توڑنے سے ڈرو۔''

رشتہ داری، حقوق وفرائض اور خاندانی نظام کا تمام تر ڈھانچہ نسب اورنسل کے تحفظ پر قائم ہے۔اگر کسی انسان کو اپنے بھائی، بہن کا علم نہیں ہے یا اس میں شک میں مبتلا ہے تو وہ کیونکر اس سے قربت کے تعلقات استوار کرسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نسب کو اس قدر زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ جن پانچ مقاصد کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے، ان میں ایک نسل اورنسب کا تحفظ بھی ہے۔اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب 'جامع الاصول' میں ہے:

''ضروریاتِ دین سے مراد وہ مصالح ہیں جن پر لوگوں کی زندگی کا دارو مدار ہے اور انہی پر

www.KitaboSunnat.com

معاشرہ کا قیام اوراس کا استحکام موقوف ہے۔اگر یہ مصالح فوت ہوجائیں تو معاشرے کا نظام درہم برہم ہوجائے اورلوگ زبردست انتشار اور افراتفری کا شکار ہوجائیں۔اوران کے تمام معاملات گڑبڑ ہوجائیں۔دنیا میں بھی ان کے لئے بدبختی ہو اور آخرت میں بھی تکلیف وعذاب۔اورضروریاتِ دین پانچ ہیں: دین(مذہب)،نفس(جان)،عقل(ہوش وحواس)، نسل(سلسلہ پیدائش ونسب) اور مال(دولت)'' (ترجمہ بنام'الوجیز':ص۶۲۰)

نسب کا تحفظ الہامی شریعتوں کا ہی امتیاز ہے!

نسل کی حفاظت کے احکامات اورلوازمات اسلام کے علاوہ تمام الہامی مذاہب میں بھی موجود رہے ہیں،جیسا کہ اس سلسلے میں یہود سے نبی کریمؐ کا مشہور مکالمہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ ایک یہودی مرد وعورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو یہودی آپؐ کے پاس ان کا قضیہ لے کرآئے۔آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری شریعت (توراۃ) اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کو شرمسار کیا جائے اورکوڑے مارے جائیں۔وہاں عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے(جو اسلام قبول کرنے سے قبل یہود کے عالم رہ چکے تھے) اُنہوں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، توراۃ کھول کر پڑھو۔یہودیوں نے توراۃ پڑھتے ہوئے متعلقہ حکم پر ہاتھ رکھ آگے پیچھے سے پڑھ دیا تو عبداللہ بن سلام نے اُنہیں ہاتھ اُٹھانے کا کہا:

فإذا فيها آية الرجم فقالوا:صدق يا محمد فيها آية الرجم فأمر بهما رسول الله ﷺ فرُجما . قال عبد الله: فرأيتُ الرجل يجنأ على المرأة يقيها الحجارة (صحیح بخاری: ۳۶۳۵)

''اس میں رجم کی آیت موجود تھی، تب یہودی کہنے لگے:اے محمد!اس (عبداللہ بن سلام) نے سچ کہا ہے۔چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور دونوں کو رجم کردیا گیا۔عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے زانی کو دیکھا کہ وہ زانیہ پر جھک کر اسے بچانے کی کوشش کررہا تھا۔''

نسل ونسب کا تحفظ الہامی قوانین کا ہی امتیاز ہے کیونکہ نبی کریمؐ کا فرمان ہے:

«والله ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده أو تزني أمته» (بخاری:۱۰۴۴)

''اللہ کی قسم!اس بارے میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت والا نہیں ہے کہ اس کا کوئی

www.KitaboSunnat.com

بندہ یا بندی زنا کا ارتکاب کریں۔''

☜ جبکہ نسب کے تحفظ کے بارے میں یہ حساسیت انسانوں کے خودتراشیدہ قوانین میں نہیں پائی جاتی۔ مشہور اسلامی ماہر قانون جسٹس عبدالقادر عودہ شہید لکھتے ہیں:

''اٹھارویں صدی کے آخر میں فلسفیانہ، سائنسی اور اجتماعی نظریات کی روشنی میں قانونی ارتقا کا آخری مرحلہ شروع ہوا اور اس وقت سے اب تک قانون نے عظیم ترقیات حاصل کرلیں اور جدید قانون کو ایسی بنیادیں حاصل ہوگئیں جن کا قدیم قوانین میں کوئی وجود تک نہ تھا۔ ان جدید نظریات کی اساس: انصاف، مساوات، رحم اور انسانیت کے اُصول ہیں۔''

(اسلام کا فوجداری قانون، مترجم: ساجد الرحمٰن کاندھلوی: ج ۱ ص ۱۴)

اسی بے احتیاطی کا نتیجہ ہے کہ مغرب میں 'نسب' اب باپ کی بجائے ماں سے منسوب ہوتا جارہا ہے، کیونکہ اس کو محفوظ رکھنے یا جاننے کے بااعتماد ذرائع کا تحفظ نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ زنا کی تعریف کو ہی بدل دیا گیا ہے اور ایک مرد اور عورت میں رضامندی سے ہونے والی ہم بستری اب زنا کے مفہوم سے ہی خارج ہے۔

نسب کا مفہوم

نسب کا لغوی مطلب 'باپ کی طرف منسوب' کرنا ہے۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے:

القرابة وهي الاتصال بين إنسانين بالاشتراك في ولادة قريبة أو بعيدة

(مغني المحتاج: ٣/ ٤، نيل المآرب: ٢/ ٥٥، التفريع: ٢/ ٣٣٨)

''اس سے مراد قرابت ہے اور قرابت دو انسانوں کے مابین پیدائشی تعلق کو کہتے ہیں خواہ وہ تعلق قریب کا ہو یا دور کا۔''

جواهر الإكليل میں ہے کہ نسب کا لفظ 'معین والد کی طرف منسوب' کرنے پر بولا جاتا ہے۔ (ج ۲ ص ۱۰۰)

نسب صرف 'باپ' کے لئے

❁ قرآنِ کریم میں اس بارے میں صریح حکم آیا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوٰهِكُمْ وَاللهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ * اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوْآ

www.KitaboSunnat.com

آبَائَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ﴾ (الاحزاب:۵)

''اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تمہارے زبانی دعوے ہیں، اللہ ہی حق بات کہتا اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپوں سے ہی منسوب کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا طریقہ ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو پھر یہ تمہارے دینی بھائی یا تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔''

❁ صحیح بخاری میں ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اُنہیں اوائل اسلام میں نبی کریمؐ کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ (رقم:۴۷۸۲)

❁ صحیح بخاری کی ہی ایک اور حدیث میں ہے:

أن أبا حذيفة تبنّى سالمًا كما تبنى رسول الله ﷺ زيدًا وكان من تبنى رجلًا في الجاهلية دعاه الناس إليه وورث ميراثه حتى أنزل الله تعالى ﴿اُدْعُوْهُمْ لاٰبَآئِهِمْ ﴾ (رقم:۴۰۰۰)

''ابو حذیفہؓ نے سالم کو اپنا 'لے پالک' بیٹا بنا رکھا تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بنایا تھا۔ جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ جو جس کو اپنا 'لے پالک' بنا لیتا، لوگ اسی کی طرف اسے منسوب کیا کرتے، اور اس کو ہی وارث بنایا جاتا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما دیا کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔''

❁ نسب ونسل کی اہمیت کے پیش نظر قرآنِ کریم میں اس کے متعلق بعض آیات بھی نازل کی گئی تھیں، بعد میں آیتِ رجم کی طرح ان کی تلاوت کرنا منسوخ قرار دے دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک لمبی حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنا كنا نقرأ فيما نقرأ من كتاب الله «أن لا ترغبوا عن آبائكم فإنه كفر بكم أن ترغبوا عن آبائكم» (صحیح بخاری:۶۸۳۰ اور ۶۷۶۸)

''قرآن کریم میں ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے: تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو ہٹاؤ مت، جو کوئی اپنے باپ کے علاوہ اپنی نسبت کرے گویا یہ تمہارے کفر کے مترادف ہے۔''

❁ درست نسب کی اسلام میں اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ نبی کریمؐ کا فرمان ہے:

«من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام»

''جو شخص علم رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے

www.KitaboSunnat.com

تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔'' (صحیح بخاری:٦٧٦٦)

❁ نبی کریمؐ نے ایک فرمان میں نسب میں طعنہ زنی کرنے کو جاہلیت اور دوسرے فرمان میں کفر کے مترادف قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری:٣٨٥٠ اور صحیح مسلم:٦٧)

❁ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

«من ادّعٰی إلی غیر أبیه أو انتمٰی إلی غیر مواليه فعليه لعنة الله المتتابعة إلی یوم القیامة» (صحیح سنن ابوداود:٤٢٦٨)

''جو شخص باپ کے سوا یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر قیامت قائم ہونے تک متواتر اللہ کی لعنت برستی رہتی ہے۔''

❁ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب لعان کی آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«أیما امرأة أدخلتْ علی قوم من لیس منهم فلیست من الله في شیئ ولن یدخلها الله جنته وأیما رجل جحد ولده وهو ینظر إلیه احتجب الله منه وفضحه علی رؤوس الأولین والآخرین» (سنن ابوداود:٢٢٦٣)

''جو عورت اپنے خاندان میں ایسے بچے کو داخل کرے جو ان کا نہیں تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی حصہ نہیں اور اللہ اس کو اپنی جنت میں بھی داخل نہ کرے گا۔ ایسے ہی جو شخص اپنے بیٹے سے انکار کردے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس سے پردہ فرمائے گا، اور اگلوں پچھلوں میں اس کو رسوا کرے گا۔''

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نسب کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور نسب کو غلط یا خلط ملط کرنے کی شدید مذمت پائی جاتی ہے۔ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی رو سے نسب اور نسل صرف باپ☆ کے لئے مخصوص ہے اور یہ نسب ماں کی طرف سے نہیں چلتا۔

زنا کی صورت میں 'نسب' کس کے لئے؟

یہاں بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نسب کی صحت کے لئے کیا صرف یہ کافی ہے کہ بچہ

☆ مفسر قرآن حضرت قتادہؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اصل باپ معروف ہو تب غیر سے نسبت کی گنجائش نکل سکتی ہے، ان کی دلیل حضرت مقدادؓ بن اسود کی نسبت ہے، جن کے والد کا نام تو عمرو تھا لیکن اس کے باوجود اُنہیں کتبِ حدیث وغیرہ میں مقداد بن اسود ہی لکھا جاتا ہے اور وہ ابن اسود سے ہی مشہور ہیں۔ (الاصابہ:٣/٤٣٤)

www.KitaboSunnat.com

کسی مرد کے نطفے سے پیدا ہو یا مرد کا عورت کے ساتھ شرعی نکاح ہونا بھی ضروری ہے؟ اس سلسلے میں اسلام کا اُصولی موقف یہ ہے کہ بچے کو صرف اسی شخص کے ساتھ ملحق کیا جائے گا جو اس کا جائز والد ہو۔ اگر وہ بچہ زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس کا نسب زانی سے نہیں جوڑا جائے گا اور شرعی طور پر بچہ زانی کا وارث نہیں ہوگا، نہ ہی زانی پر اس بچے کی کفالت فرض ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر کسی بچے کے بارے میں یہ امر حتمی بھی ہو کہ وہ اس زانی کے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، مثلاً زانی نے زنا کا اعتراف بھی کرلیا ہو تب بھی امر واقعہ کے باوجود اس زانی کو باپ نہیں بنایا جائے گا گویا یہ بھی زنا کی سزا کا ایک حصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر باپ ہونے کے ناطے جو حقوق اسے حاصل ہوتے ہیں، وہ بھی اللہ کے ہی عطا کردہ ہیں۔ اللہ کی نافرمانی پر مبنی ایک فعل کے ذریعے اسے دیگر شرعی حقوق بھی حاصل نہیں ہوں گے۔ اس مسئلہ پر تمام فقہاے کرام کا بھی اتفاق پایا جاتا ہے، جیسا کہ اس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث نبویہ حسبِ ذیل ہیں:

① نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«وإن كان من أَمَة لم يملكها أو من حرة عاهر بها فإنه لا يلحق به ولا يرث وإن كان الذي يدعى له هو ادعاه فهو ولد زِنية من حرة كان أو أمة ..... وهو ولد زنا لأهل أمّه من كانوا حرة أو أمة» (صحیح سنن ابوداود:۱۹۸۲)

''اگر کوئی شخص اپنی غیر مملوکہ لونڈی سے یا کسی آزاد عورت سے زنا کرے تو بچے کو نہ تو اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، نہ ہی وہ اس کا وارث ہوگا۔ خواہ زانی یہ دعویٰ بھی کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے۔ وہ بچہ زنا کا نتیجہ ہے چاہے وہ لونڈی سے ہو یا آزاد عورت سے۔ (اگلی حدیث میں ہے کہ) ولد الزنا اس کی ماں کے خاندان کو دے دیا جائے گا، چاہے ماں آزاد ہو یا لونڈی۔ (لونڈی کا 'اہل' اس کے مالکان ہیں)۔''

دیکھئے! نبی کریمؐ نے اپنے فرمان میں اسے باپ قرار دینے سے احتراز کرتے ہوئے صرف دعویٰ کرنے والا قرار دیا ہے، الفاظ کا ایسا محتاط استعمال شانِ رسالتؐ کے ہی لائق ہے۔

② حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«من ادّعى ولدًا من غير رِشدة فلا يَرِث ولا يورث» (سنن ابوداود:۲۲۶۴)

www.KitaboSunnat.com

''جوکوئی نکاح کے بغیر کسی بچے کا دعویٰ کرے تو نہ تو وہ بچہ اس زانی کا وارث بن سکتا ہے اور نہ وہ زانی اس بچے کا وارث قرار پائے گا۔''

③ ایک آدمی نے نبی کریمؐ کے سامنے کھڑے ہوکر اس بات کا دعویٰ کیا کہ فلاں لڑکا میرا بیٹا ہے کیونکہ اس کی ماں سے میں نے جاہلیت میں زنا کیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا:

«لا دَعوة في الإسلام، ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش وللعاهر الحجر» (صحیح سنن ابوداود:۱۹۹۰)

''اسلام میں نسب دعووں سے ثابت نہیں ہوتا۔ جاہلیت کا دور لد گیا، بچہ تو فراش (بستر کے جائز مالک) کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے۔''

④ نبی کریمؐ کا اُصولی فرمان متعدد کتبِ حدیث میں بیان ہوا ہے:

«الولد للفراش وللعاهر الحَجَر» (صحیح بخاری:۲۰۵۳)

''بچہ اس کا ہوگا جس کی بیوی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔''

الحَجَر کا مطلب محرومی بھی آتا ہے یعنی زانی کیلئے محرومی ہے۔(لسان العرب:۱۶۶/۴)

یہاں ایک بنیادی اُصول بیان کیا گیا ہے کہ بچہ اس آدمی کا ہے جس کے فراش (بیوی یا باندی) کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ یعنی بچے کے درست نسب کے لئے ضروری یہ ہے کہ وہ آدمی کی بیوی یا اس کی اپنی باندی کے ہاں پیدا ہو، اگر وہ عورت زانی کے لئے جائز نہیں تو گویا وہ اس کی فراش بھی نہیں۔ 'فراش' عربی زبان میں بستر کو کہتے ہیں۔ فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

فاقتضٰى ألا يكون الولد لمن لا فراش له كما لا يكون الحجر لمن لازنا له إذ القسمة تنفي الشركة (الموسوعة الفقهية: ٣٤/ ٩٧)

''تقاضا یہ ہے کہ جس کا بستر نہیں، اس کا بچہ بھی نہ ہو، جیسا کہ اس کو پتھر کی سزا بھی نہ ہو جس نے زنا نہیں کیا۔ زانی اور والد میں یہ تقسیم کردینا ان کا بچے میں شرکت کی نفی کرتا ہے۔''

جب کسی عورت سے اس کے شوہر (یا مالک) کے سوا کوئی اور مرد زنا کرے اور بچے کے متعلق ان میں اختلاف پیدا ہوجائے، ہر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اس کا ہے تو تب یہ بچہ شوہر (یا باندی کے مالک) کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ گویا فراش سے مراد صاحبِ فراش ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: «الولد لصاحب الفراش» (بخاری:۶۷۵۰)

www.KitaboSunnat.com

یہ اُصول نبی کریم ﷺ نے ایک لمبے واقعہ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے جس سے اس کی مراد مزید واضح ہوجاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعدؓ بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ 'زمعہ' کی باندی کا بچہ میرے نطفہ سے ہے، اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں کرلینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا، سعدؓ بن ابی وقاص نے اس بچے کو اُٹھالیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی۔ جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ گویا یہ اختلاف دو آدمیوں (زمعہ اور عتبہ) کے عمل کا نتیجہ ہے جنہوں نے جاہلیت میں ایک لونڈی سے ہم بستری کی تھی اور زانی بچے کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر دونوں کے نمائندے مقدمہ لے کر نبی کریمؐ کے پاس چلے آئے۔

حضرت سعدؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔'' پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ ''یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے اور میرے باپ ہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔'' اللہ کے رسولؐ نے دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد فرمایا: کہ ''اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا، پھر آپؐ نے فرمایا کہ «الولد للفراش وللعاهر الحجر» ''بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔''

پھر آپؐ نے حضرت سودہؓ (جو حضورؐ کی بیوی، عبد کی بہن اور اب اس لڑکے کی بھی بہن بنتی تھیں) سے فرمایا کہ اس لڑکے (یعنی قانونی بھائی) سے پردہ کرنا کیونکہ آنحضرتؐ اس لڑکے میں (زمعہ کی بجائے) عتبہ کی مشابہت محسوس کرتے تھے۔ (چنانچہ حضرت سودہؓ کے پردہ کرنے کی وجہ سے) اس لڑکے نے اُنہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۵۳)

اس واقعہ میں سعد بن ابی وقاصؓ کے دعویٰ کو آپؐ نے اس بنیاد پر غلط قرار دیا کہ وہ لونڈی اس کے بھائی کا 'فراش' نہیں تھی۔ اور اس بچے کو زمعہ کے خاندان کے حوالے کردیا کیونکہ اس لونڈی کا مالک وہ تھا۔ البتہ ساتھ ہی اس بچے کی قانونی بہن اُمّ المومنین کو اس سے پردہ کا حکم

www.KitaboSunnat.com

اس لئے دیا کیونکہ اس بچے میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت پائی جارہی تھی۔ گویا مشابہت پائے جانے کے باوجود قانونی اور شرعی پہلو کو ہی یہاں ترجیح دی گئی ہے۔

⑤ رباحؒ ذکر کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی، اس سے میرے دو بیٹے عبد اللہ اور عبیداللہ پیدا ہوئے جو بالکل میرے جیسے سیاہ رنگت والے تھے۔ اسی دوران میری لونڈی کو یوحنا نامی ایک رومی غلام ورغلانے میں کامیاب ہوگیا، بعد میں اس کے ہاں سفید رنگت کا بچہ پیدا ہوا، میں نے جب اپنی باندی سے باز پرس کی تو اس نے اعتراف کرلیا کہ یہ اسی رومی غلام سے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ یہ معاملہ حضرت علیؓ کی عدالت میں لے جایا گیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے درمیان نبی ﷺ والا فیصلہ کروں گا۔ «الولد للفراش وللعاهر الحجر» بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔'' اور اس غلام اور باندی کو آپؓ نے کوڑوں کی سزا لگوائی۔ (سنن ابوداود: ۲۲۷۵)

چونکہ رباحؒ اس بچے سے انکاری تھا، اس لیے یہ بچہ اس کی طرف تو منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی ماں کے زیر کفالت رہے گا اور یہ جملہ فرما کر حضرت علیؓ نے اس کے مفہوم مخالف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس کا فراش نہیں، اس کا بچہ بھی نہیں۔

⑥ اسلامی تاریخ میں زیاد بن أبیه (م۵۳ھ) کا بھی ایک مشہور واقعہ ملتا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اُنہیں اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیلات یہ ہیں کہ

يقال: إن أبا سفيان أتى الطائف فسَكِر فطلب بغيًّا فواقع سميةَ وكانت مزوَّجةً بعُبَيد فولدتْ من جِماعه زيادًا فلما رآه معاوية من أفراد الدهر استعطفه وادّعاه وقال نزل من ظهر أبي ولما مات علي كان زياد نائبا له على إقليم فارس قال ابن سيرين : قال زياد لأبي بكرة : ألم تر أمير المؤمنين يريدني على كذا وكذا وقد وُلِدتُ على فراش عُبيد وأشبهتُه وقد علمتُ أن رسول الله ﷺ قال: من ادعى إلى غير أبيه فليتبوأ مقعده من النار (سير أعلام النبلاء: ۳/ ٤٩٥)

''ابوسفیان اسلام لانے سے قبل طائف آئے، شراب پی اور فاحشہ عورت کا تقاضا کیا اور سمیہ نامی عورت سے زنا کیا جو عبید کی بیوی تھی۔ اس زنا کے نتیجے میں زیاد تولد ہوا۔ جب

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہؓ نے زیاد کو دیکھا کہ وہ بڑا اثر ورسوخ والا شخص ہے تو اس کو قریب کرنے کی کوشش کی اور اس کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ تو میرے باپ کی پشت سے پیدا ہوا ہے (گویا میرا بھائی ہے)۔ جب حضرت علیؓ کی وفات ہوئی تو زیاد فارس کے صوبہ پران کا نائب تھا۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ زیاد نے ابوبکرہؓ سے ذکر کیا کہ تم دیکھتے نہیں کہ امیرالمومنین (معاویہؓ) مجھ سے یہ توقعات رکھتے ہیں حالانکہ میں عبید کے بستر پر پیدا ہوا ہوں، اُسی سے میری مشابہت ہے [یہ زیاد کا اپنا خیال ہے] اور یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔''

چونکہ زیاد ابوسفیانؓ کا ناجائز بیٹا تھا کیونکہ سمیہ ابوسفیانؓ کی باندی نہیں تھی۔ ایسی صورت میں زیاد کی نسبت ابوسفیان سے نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی عبید سے کیونکہ عبید اس ہم بستری سے ویسے ہی بری ہے، یہ اس کی بیوی کی جاہلیت میں غلط کاری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کتبِ تاریخ میں زیاد کا نام زیاد بن أبیہ (اپنے باپ کا بیٹا) آیا ہے یا زیاد بن سمیۃ یعنی وہ اپنی ماں سے منسوب ہوا۔ اس سے پتہ چلا کہ زیاد کو زیاد بن ابی سفیان کہنا درست نہیں اور حضرت معاویہؓ نے صرف سیاسی مصلحت کے پیش نظر ایسا کرنے کی خواہش کی تھی۔

☜ یاد رہے کہ صحیح بخاری اور موطأ میں روایت ہونے والی ایک حدیث کی سند میں اس کو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے ذکر کیا گیا ہے لیکن بخاری کے شارح حافظ ابن حجرؒ اور مسلم کے شارح امام نوویؒ نے اس کی وجہ بھی حضرت معاویہؓ کے فیصلہ کو قرار دیا ہے اور چونکہ حاکم کا فیصلہ بظاہر جاری ہوجاتا ہے، لیکن اس سے حقیقت تو نہیں بدل جاتی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: فتح الباری: ۵۴۵/۳ اور شرح نووی: ۵۲/۲ وغیرہ

ایک شبہ اور اس کی وضاحت: عتبہ اور زمعہ کے بچے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ یہ بچہ زمعہ کو دے دیا جائے، کیونکہ اس کے بستر پر پیدا ہوا گویا کہ اس کا نسب زمعہ سے جوڑا گیا ہے جبکہ زیاد کے واقعے میں زیاد کا نسب بستر کے جائز مالک عبید سے جوڑنے کی بجائے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا رہا۔ ایسا فرق کیوں ہے؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نسب میں دعویٰ کا بھی عمل دخل ہے۔ زمعہ کے کیس میں دونوں

www.KitaboSunnat.com

فریق بچے کے نسب اور حقوق لینے کے دعویدار تھے، جبکہ زیاد کے نسب میں عبید اس کے نسب کا سرے سے داعی نہ تھا۔ دوسری طرف ابوسفیان کے ورثا وغیرہ داعی تو تھے لیکن وہ ان سے ناجائز بستر کی بنا پر منسوب نہ ہوسکتا تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ «الولد للفراش وللعاهر الحجر» والا اصول اس صورت میں ہے جب بچے کے دعویدار ایک سے زیادہ ہوں۔ اگر شوہر اس بچے کا داعی ہی نہیں ہے تو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ کسی بچے کو باپ سے منسوب کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کا اقرار کرتا ہو۔

البتہ نسب کو رفع کرنے کا اسلام میں ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے 'لعان'۔ اگر کوئی باپ بچے کا اقراری نہ ہو تو اس بچے کی اپنے سے نسبت کو ختم کرنے کے لئے وہ لعان کا راستہ اختیار کرسکتا ہے لیکن لعان کی صورت میں اس کی بیوی کا بعد میں بیوی رہنا ممکن نہیں رہتا۔

کیونکہ اگر ایک شوہر اپنی بیوی پر بدکرداری کا الزام عائد کرے تو ایسی صورت میں یا وہ تہمت کی سزا پائے گا یا اسے زنا کے چار گواہ پیش کرنا ہوں گے اور اگر وہ گواہی ثابت کردیتا ہے تو اس کی بیوی شادی شدہ عورت ہونے کی وجہ سے رجم ہوکر موت سے ہم کنار ہوجائے گی۔ یا لعان کی صورت میں چار قسمیں کھا کر اس عورت سے جدائی کرکے وہ اس بچہ سے اپنے نسب کو رفع کرلے گا اور اس ولد الزنا کا نسب اپنی ماں کی طرف ملحق ہوجائے گا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ گویا اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگانے کے بعد وہ عورت آخر کار اس شوہر کی بیوی نہیں رہ سکتی، الا یہ کہ اس عورت پر زنا میں جبر کیا گیا ہو۔

فقہا کا نقطہ نظر

◉ امام شافعیؒ اپنی کتاب 'احکام القرآن' میں لکھتے ہیں:

"فكان معقولا في كتاب الله أن ولد الزنا لا يكون منسوبا إلى أبيه لما وصفنا من أن نعمته إنما تكون من جهة طاعته لا من جهة معصيته" (۱۹۰/۲)

''کتاب اللہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ولد الزنا کو اسکے باپ سے منسوب نہ کیا جائے کیونکہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں ملتی ہے نہ کہ نافرمانی پر۔''

◉ امام ابوبکر جصاص حنفی اپنی کتاب 'احکام القرآن' میں لکھتے ہیں:

"فالميراث إنما يتعلق حكمه بثبوت النسب منه لا بأنه من مائه ألا ترىٰ

www.KitaboSunnat.com

أن ولد الزنا لا يرث الزاني لعدم ثبوت النسب وإن كان من مائه" (۳۳۸/۳)

''وراثت کا تعلق نسب کے ثابت ہونے سے ہے، نہ کہ اس بنا پر کہ بچہ اس کے نطفہ سے ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ولد الزنا زانی کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہے باوجود اس کے، کہ وہ اس کے نطفہ سے ہے۔''

◉ امام سرخسی اپنی معروف کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں:

"رجل أنه أقرَّ بامرأةٍ حرةٍ وأَن هذا الولد ابنه من الزنا وصدَّقتْه المرأة فإن النسبَ لا يثبتُ من واحد من قولِهما لقولِ النبي ﷺ «الولدُ للفراش وللعاهر الحَجر» ولا فراشَ للزاني وقد جعل رسول الله ﷺ حظَّ الزاني الحجر فقط وقيل هو إشارة إلى الرجم وقيل هو إشارة إلى الغَيبة كما يقال للغيبة الحجر أي هو غائب لا حظ له والمراد هنا أنه لا حظ للعاهر من النسبِ وبَقِي النسب من الزاني حق الشرع إما بطريقِ العقوبةِ ليكون له زجرًا عن الزنا إذا عَلِم أن ماء ه يضيع به... الخ (۱۵۵/۱۷، مسئلہ ۲۰۰۹)

''کسی آدمی نے اس امر کا اعتراف کرلیا کہ اس آزاد عورت سے زنا کے نتیجے میں اس کا یہ بیٹا پیدا ہوا ہے اور اس بات کی عورت نے بھی تصدیق کردی تو ان دونوں میں سے کسی کی بات پر نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: بچہ بستر کے مالک کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ چونکہ زانی کا یہ بستر نہیں اس لئے نبی کریمؐ نے زانی کے لیے بدلہ میں صرف پتھر رکھے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس میں زانی کے رجم کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کچھ نہ ملنے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عربی میں حجر اس کے لیے بولا جاتا ہے جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ مراد یہ کہ زانی کا نسب میں کوئی حصہ/حق نہیں ہے۔ زانی سے نسب کا یہ حق لینا شرعی عقوبت کی بنا پر ہے تاکہ زانی کو اس امر کی تنبیہ کردی جائے کہ تیرا نطفہ ضائع ہی جائے گا۔''

◉ امام ابن حزم ظاہریؒ اپنی معروف کتاب المحلّٰی بالآثار میں لکھتے ہیں:

والولد يلحق في النكاح الصحيح (۱۴۲/۱۰، مسئلہ ۲۰۰۹)

''بچے کا صحیح نکاح کے نتیجے میں ہی (باپ سے) الحاق کیا جائے گا۔''

◉ کویت میں ۴۵ جلدوں میں تیار ہونے والے الموسوعة الفقهية میں ہے:

www.KitaboSunnat.com

ذهب الفقهاء إلى أنه لا يثبت النسب بالزنا مطلقًا (۴۰/۲۳۷)

''فقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زنا سے نسب مطلقاً ثابت نہیں ہوتا۔''

شریعت نے نکاح کے بغیر صرف نطفہ کی بنا پر نسب کا اعتبار نہیں کیا!!

واضح رہنا چاہئے کہ اسلام نے چودہ سو برس قبل اس بات کی شہادت دے دی تھی کہ بچے کی ولادت میں ماں اور باپ دونوں کے جرثوموں کا کردار ہوتا ہے۔ جدید سائنس بڑی تحقیق کے بعد کچھ عرصہ قبل اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ دونوں کے جرثوموں کے اشتراک سے زائیگوٹ یعنی 'نطفہ امشاج' تیار ہوتا ہے۔ اور جس کو برتری رسبقت حاصل ہوجائے، بچے میں زیادہ مشابہت بھی اسی کی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت اُمّ سلیمؓ کا نبی کریم ﷺ سے مکالمہ کتبِ حدیث میں موجود ہے:

أنها سألت نبي الله ﷺ عن المرأة ترىٰ في منامها ما يرىٰ الرجل فقال رسول الله ﷺ: «إذا رأت ذلك المرأة فلتغتسل » فقالت أم سليم: فاستحييتُ من ذلك، قالت: وهل يكون هذا؟ فقال نبي الله ﷺ: «نعم! فمن أين يكون الشبه، إن ماء الرجل غليظ أبيض وماء المرأة رقيق أصفر فمن أيهما علا أو سبق يكون منه الشبه» (صحیح مسلم:۳۱۱)

''اُنہوں نے نبی کریم ﷺ سے عورت کے اس خواب کے بارے میں دریافت کیا جو وہ مرد کی طرح دیکھتی ہے (یعنی احتلام) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت بھی ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے۔ اُمّ سلیم کہتی ہیں کہ مجھے اس پر بڑی شرم آئی اور میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! کیا عورتوں میں بھی ایسا ہوتا ہے (یعنی احتلام) تو آپ ﷺ نے جواب دیا: بالکل ورنہ (عورت سے بچے کی) مشابہت کا کیا مطلب؟ آدمی کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا زرد، ان میں سے جس کی خصوصیات غالب آجاتی ہیں، بچہ اسی سے مشابہ ہوتا ہے۔''

❁ یہودیوں کے عالم عبداللہ بن سلام کو جب نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کی خبر ہوئی تو آپ نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھے تین باتوں کا جواب دیں، کیونکہ ان کا جواب صرف ایک نبی ہی دے سکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ بچہ ماں یا باپ سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

«أما الولد فإذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد وإذا سبق ماء المرأة ماء الرجل نزعت الولد » (صحیح بخاری: ۳۹۳۸)

''جہاں تک بچے کے بارے میں سوال کا تعلق ہے تو جب آدمی کا پانی عورت پر سبقت کر جاتا ہے، بچے کی اُس سے مشابہت ہو جاتی ہے اور جب عورت کا پانی سبقت کر جائے تو بچہ اُس کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔'' یہ جوابات سن کر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے۔

اس موضوع پر احادیث میں بکثرت تفصیلات ملتی ہیں، جس میں ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر مرد کے پانی کا غلبہ ہوجائے تو بچہ کی مشابہت اپنے چچاؤں سے ہوتی ہے، بصورتِ دیگر اپنے ماموں وغیرہ سے۔ (صحیح مسلم: ۳۱۴)

ان احادیث سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس امر کا علم دیا تھا کہ بچے کی والدین سے مشابہت کی حقیقی اور ٹھوس طبعی بنیادیں موجود ہیں لیکن اس امر کا تعین ہوجانے کے باوجود آپؐ نے مختلف واقعات میں اس مشابہت کی بنیاد پر نسب کو ثابت نہیں کیا بلکہ اس طبعی امر پر شرعی حیثیت کو ہی غالب قرار دیا، قابل ذکر واقعات یہ ہیں :

① اوپر گزرنے والے حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے واقعہ میں آپؐ نے عتبہ بن ابی وقاص سے بچہ کی واضح مشابہت محسوس کر لینے کے باوجود اس کو زمعہ کا ہی بیٹا قرار دیا۔ یہ مشابہت اس قدر واضح تھی کہ آپؐ نے سودہؓ کو اپنے قانونی بھائی سے پردہ کرنے کا بھی حکم دیا۔

② لعان کا ایک واقعہ دورِ نبویؐ میں پیش آیا جس میں ہلال بن اُمیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحما سے ملوث ہونے کا الزام لگایا۔ عورت کے اعتراف نہ کرنے کی بنا پر لعان ہوا اور لعان کے دوران وہ عورت آخری قسمیں اور لعنت بھیجتے ہوئے قدرے جھجکی بھی لیکن اس نے کہا کہ میں اپنے قبیلہ کو رسوا نہ کروں گی اور آخری قسمیں بھی اُٹھا لیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أبصروها فإن جاء ت به أكحل العينين سابغ الإليتين خدلج الساقين فهو لشريك بن سحماء» فجاء ت به كذلك فقال النبيﷺ: «لولا ما مضىٰ من كتاب الله لكان لي ولها شأن» (صحیح بخاری: ۴۷۴۷)

''ذرا اس عورت کے بچے کا دھیان رکھنا، اگر اس عورت کا بچہ سرگیں آنکھوں والا، موٹی سرین والا اور بھاری بھرکم پنڈلیوں والا ہو تو وہ شریک بن سحما کا ہوگا۔ چنانچہ بچہ ایسا ہی پیدا ہوا

www.KitaboSunnat.com

تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اُترا نہ ہوتا تو میرے او راس کے مابین ایک فیصلہ ہوتا'' یعنی میں اس کو سزا سے دوچار کرتا۔

آگے آرہا ہیکہ لعان کی صورت میں بچہ ماں سے منسوب ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ بچہ شریک بن سحما سے مشابہت کے باوجود اپنی ماں سے ہی منسوب کیا گیا اور مشابہت کی بنا پر اس کو زانی کے حوالہ نہ کیا گیا۔

☜ بلکہ شریعت میں تو یہاں تک احتیاط موجود ہے کہ جہاں نکاح موجود ہو، وہاں صرف مشابہت کی بنا پر شکوک وشبہات اور وسوسوں کو راہ دینا مناسب نہیں۔ جیسا کہ ایک آدمی نے نبی کریمؐ کے پاس یہ شکایت کی کہ میرے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو آپؐ نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس اونٹ ہیں، ان کا رنگ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: سرخ۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس میں بھورے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، آپؐ نے پوچھا: وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا: شاید کہ اس نے کسی پچھلے اونٹ کی خصوصیت کھینچ لی ہو۔ تو آپ نے فرمایا: «فلعل ابنك هذا نزعه» (صحیح بخاری: ۵۳۰۵)

''شاید کہ تمہارے اس بیٹے نے (بھی تمہارے بڑوں میں کسی کی خصوصیت) کھینچ لی ہو''

چنانچہ نبی کریمؐ نے اس کی بنا پر اس کو شک وشبہ میں پڑنے سے روک دیا اور اس کو اجازت نہ دی کہ اس بنا پر وہ اپنے بیٹے سے انکار کرے۔ (مسند احمد: ۷۴۳۳)

◉ حضرت عمرؓ بن خطاب کو ایک سیاہ رنگت کے آدمی نے اپنی بیوی کی شکایت کی کہ اس نے سفید رنگت کا بیٹا کیونکر جنا ہے؟ جبکہ اس عورت نے اس الزام کو قبول کرنے سے کلی انکار کردیا۔ حضرت عمرؓ نے اس پریشانی کے عالم میں حضرت علیؓ سے مشورہ لیا تو حضرت علیؓ نے اس آدمی سے فرمایا: جو میں پوچھوں سچ سچ بتانا، کیا تم نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کی تھی؟ اس نے اقرار کیا تو آپؓ نے فرمایا:

الله أكبر إن النطفة إذا خلطت بالدم فخلق الله عزوجل منها خلقا كان أحمر، فلا تنكر ولدك فأنت جنيت على نفسك (الطرق الحكمية: ٦٩)

''اللہ کی شان! جب نطفہ حیض کے خون میں مل جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ایسا پیدا کیا جو سرخ ہے۔ اپنے بیٹے سے انکار مت کرو، تم نے اپنے آپ پر خود زیادتی کی ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

ولد الزنا کس کو دیا جائے؟

مذکورہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ولد الزنا، زانی سے منسوب نہیں ہوگا۔ البتہ بچہ کے قصور وار نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ماں کی حضانت (تربیت و پرورش) کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جب شادی شدہ زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی جائے تو ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے ورثا یا عامۃ المسلمین کے حوالے بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ ماں کے اقارب ہی اس کو تربیت کے لئے ضروری پیار دے سکتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ولد الزنا کا کیا قصور ہے کہ اس کو باپ کے نسب سے محروم رکھا جارہا ہے؟

جہاں تک شریعت میں اس بچے کے اپنے افعال کی حیثیت کا تعلق ہے تو ولد الزنا ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا بچہ نماز میں امامت☆ کے علاوہ مسلمانوں کا حاکم بھی بن سکتا ہے، لیکن نسب میں اگر اس بچے کو جائز بچوں جیسا ہی مقام دیا جائے تو اس سے ان جائز بچوں کا حق متاثر ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اپنے باپ کے حقوق* استعمال کرتا ہے۔ ایسے ہی جب بچے اپنے والدین سے اچھائیاں اور خوبیاں حاصل کرتے ہیں، ویسے ہی ان پر برائیوں کا بھی کچھ نہ کچھ اثر واقع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ نے یہ سلسلہ ہی اس طرح رکھا ہے۔ جدید سائنس کی رو سے مختلف امراض اور مختلف صلاحیتیں موروثی طور پر بچے کو حاصل ہوتی ہیں۔ اگر بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوتا ہے تو مزدور کا بیٹا بھی اس وقت تک اپنے باپ کی سی حیثیت رکھتا ہے، جب تک اس کی ذاتی حیثیت نمایاں ہونے کا وقت نہ آجائے۔

یوں بھی اگر ولد الزنا کو جائز بچے جیسے ہی تمام حقوق دے دیے جائیں تو اس سے معاشرے میں زنا کی حوصلہ افزائی ہوگی، گویا ناجائز فعل کی بنا پر اس کو حاصل ہونے والا بچہ اس کے برے کام کا انعام تصور ہوگا، اس لئے معاشرے میں پاکیزگی اور عفت وعصمت کے تحفظ

☆ موطا امام مالک میں ایک واقعہ تو آتا ہے جس میں عمرؒ بن عبدالعزیز نے ایک ایسے شخص کو عقیق مقام پر امامت سے روک دیا تھا جس کے باپ کا علم نہ تھا۔ (رقم: ۳۰۵) لیکن آپ کا ایسا کرنا کراہت کی بنا پر ہوسکتا ہے، راجح قول کے مطابق ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

* نسب کے ساتھ حاصل ہونے والے حقوق یہ ہیں: کفالت، وراثت اور رشتہ داری وغیرہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ضروری ہے کہ زنا کے فعل کو مذموم ترین اور سنگین جرم قرار دیا جائے اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اثرات کو غیر معتبر سمجھا جائے۔ آج لادین معاشروں میں حرامی بچوں کی بڑھتی تعداد اسی الہامی حکم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔

شرعی طور پر یہ نسب کس کی طرف منتقل ہوگا، اس سلسلے میں دورِ نبویؐ کے واقعات یہ ہیں:

① اوپر نبی کریمؐ کا ایک فرمان ذکر کیا گیا ہے جس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

وهو ولد زنا لأهل أمّه من كانوا حرة أو أمة (صحیح ابوداؤد:۱۹۸۳)

''اور یہ ولد زنا ماں کے خاندان کو دیا جائے گا، چاہے وہ ماں آزاد ہو یا باندی''

② اگر ماں شادی شدہ ہو تو اس صورت میں رجم کی سزا پا کر موت سے دوچار ہوگی۔ ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے خاندان کو یا عامۃ المسلمین کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں حضرت غامدیہؓ کا واقعہ کتبِ حدیث میں ملتا ہے، جب اُنہوں نے نبی کریمؐ کے سامنے اپنے آپ کو بار بار سزائے رجم کے لئے پیش کیا۔ احادیث میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

«حتى تضعي ما في بطنك» قال فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت . . . فقام رجل من الأنصار فقال: إليّ رضاعه يا نبي الله قال فرجمها

''(اس وقت تک انتظار کر) جب تک کہ تیرا بچہ پیدا نہ ہو جائے، تو ایک انصاری آدمی نے غامدیہ کی وضع حمل تک کفالت کی... آخر حدیث میں ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس کی رضاعت میرے ذمے ہے، تب نبی کریمؐ نے اس کو رجم کردیا'' (صحیح مسلم:۱۶۹۵) اور اس سے اگلی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أتته بالصبي في يده كسرة خبز...فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين

''غامدیہ نبی کریمؐ کے پاس بچے کو اس حالت میں لائی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ نبی کریمؐ نے اس کا یہ بچہ ایک مسلمان کو دے دیا''

البتہ لعان کرنے والی عورت کے بچے کی نسبت اس کی ماں کی طرف ہی کی جائے گی، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے:

③ لعان کے ایک واقعہ میں ایک عورت پر اس کے شوہر عویمر عجلانیؓ نے ایک مرد سے ملوث ہونے کا الزام لگایا، عورت نے قسمیں کھالیں اور اس کی عویمر سے جدائی ہوگئی۔ حدیث

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ یہ ہیں: فكان بعد ينسب إلى أمه (صحیح بخاری: ۴۷۴۵)

''بعد میں یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔''

◉ مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں اس بچے کے بارے میں ذکر ہے کہ

قال عكرمة فكان بعد ذلك أميرا علىٰ مصر وكان يدعى لأمه وما يُدعى إلى أبيه (مسند احمد: ۲۱۳۲)

''عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بچہ بعد میں مصر کا گورنر بنا، اور اس کو اس کی ماں کی طرف ہی منسوب کیا جاتا تھا، نہ کہ اس مرد کی طرف جس کے ساتھ زنا کرنے کا اس کی ماں پر الزام لگایا گیا تھا۔''

☞ صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۴۷۴۸ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بچہ ماں کو دینے کا فیصلہ فرمایا۔ ایک اور حدیث میں یہ تذکرہ ہے کہ لعان کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کی وراثت اس کی ماں کو ملتی اور وہ بھی اپنی ماں کی وراثت سے ہی حصہ☆ پاتا۔ (بخاری: ۴۷۴۶)

④ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

قضى رسول الله في ابن الملاعنة أن لا يدعى لأب ومن رماها أو رمى ولدها فإنه يجلد الحد (مسند احمد: ۲۲۰۰)

''نبی کریم ﷺ نے لعان کرنے والے خاوند، بیوی کے بچے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ اسے باپ (ماں کے شوہر) سے منسوب نہ کیا جائے اور جو اس عورت پر (زنا کا) یا اس کے بچے پر حرامی ہونے کا الزام لگائے گا تو اس پر حد (تہمت) جاری ہوگی۔''

⑤ الولد للفراش سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بچہ ماں کو دیا جائے گا۔لیکن جب اس میں 'فراش' سے مراد صاحب ِفراش (مرد) کی بجائے زانیہ عورت کو لیا جائے جیسا کہ بعض فقہا نے 'فراش' سے عورت کو بھی مراد لیا ہے اور ان کی دلیل قرآن کی آیت ہے ﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ (الواقعہ:۳۴) جس کی ایک تفسیر 'جنتی عورتوں' سے بھی کی گئی ہے۔ (بدائع الصنائع: ۲۴۳/۶)

☆ شریعت ِاسلامیہ میں ماں کے اپنی اولاد سے تعلق کے بارے میں نطفے کے تعلق کی بجائے حمل اور وضع حمل کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ہے ﴿إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ اِلاَّ الّٰئِي وَلَدْنَهُمْ﴾ اور ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ یہی وجہ ہے کہ زنا کی صورت میں مرد کا تعلق تو اپنی اولاد سے منقطع ہوتا ہے، البتہ عورت کا اپنی اولاد سے تعلق برقرار رہتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب بستر کا مالک بچے سے انکار کرے تو ایسی صورت میں یہ بچہ زانی کو تو نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی سزا ہے، البتہ ماں کو دیا جائے گا۔ اس کی حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ عورت کو اسلامی معاشرے میں جو حرمت حاصل ہے، اس میں اگر عورت کی طرف سے کوئی ترغیب موجود نہ ہو تو زنا کا وقوع بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ زانیہ کو اس بات کا علم رہنا چاہئے کہ یہ بچہ اس کو اکیلے ہی سنبھالنا ہوگا، تاکہ وہ اس فعل بد سے ہر ممکن احتراز کرے۔ زنا کا یہ پہلو بہت سنگین ہے۔ باپ کا تو بچے سے تعلق ہی ختم کردیا گیا اور ماں پر اس بچے کا اکیلا بوجھ اور زندگی بھر کی رسوائی ڈال دی گئی۔ ایسی سخت سزا کے بعد اسلامی معاشرے میں زنا کے امکانات دیگر تہذیبوں سے کیونکر کم تر نہ ہوں گے۔

قیافہ، ڈی این اے☆ وغیرہ کی حیثیت

مذکورہ بالا تفصیلات کے بعد یہ امر تو بالکل واضح ہے کہ اسلام میں نسب کو ثابت کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے 'نکاح'۔ نکاح کے بغیر کسی کا نسب ثابت ہونا شریعت اسلامیہ کی رو سے ممکن نہیں ہے۔ نکاح کے بعد بعض صورتوں میں قیافہ اور ڈی این اے ٹیسٹ

☆DNA کیا ہے؟ ہر خلیے (Cell) میں ایک مکمل کارخانے کی طرح نظام چلتا ہے، جس میں بے شمار چیزیں کیمیائی عمل سے گزر کر زندگی کو جاری وساری رکھتی ہیں۔ ہر خلیے میں ایک چھوٹی سی چوکور یا گول گیند ہوتی ہے جسے مرکزہ Nucleus کہا جاتا ہے اور یہی مرکزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو پورے خلیہ کے کیمیائی عمل کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر اسے نکال دیا جائے تو باقی خلیہ ضائع ہوجاتا ہے۔ اس مرکزہ میں دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسوم Chromosome کہا جاتا ہے اور ان کے اندر جاندار کی نشوونما، رنگ وشکل اور عادات وخصوصیات وغیرہ سے متعلق تمام تفاصیل ومعلومات درج ہوتی ہیں۔ ہر جاندار خلیہ کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد طے ہوتی ہے، مثلاً انسان میں ۴۶، مکھی میں ۸، بلی میں ۳۸، مرغی میں ۷۸ کروموسوم موجود ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارا جسم گوشت اور ہڈیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے، اسی طرح یہ کروموسوم DNA نامی ایک مادّے سے بنے ہوتے ہیں جسے جینیاتی مادہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس مادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ اپنے جیسے ٹکڑوں کو بنا سکتا ہے۔ یعنی دو سے چار، چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ..... DNA کے ہر متفرق ٹکڑے یا حصے کو جین (Gene) کہا جاتا ہے اور ہر جاندار میں جس خصلت، شکل یا فعل کے جین ہوں گے وہ جاندار اسی خصلت، شکل اور فعل کی عکاسی کرے گا، مثلاً کسی کا قد چھوٹا یا لمبا ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز میں ایسی ہی خصوصیت تھی۔ کسی کے بال سرخ یا بھورے ہیں یا رنگت، سرخ وسفید، گندمی یا انتہائی سیاہ ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز کی خصوصیت ویسی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

سے بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب دوافراد ایک عورت میں اس طرح شریک ہوجائیں کہ دونوں کا نکاح اپنی اصل کے اعتبار سے درست ہو۔ ایسا بظاہر ممکن نہیں کہ ایک عورت بیک وقت دو مردوں کے نکاح میں ہو لیکن غلطی یا کوتاہی کی بنا پر ایسا ہوسکتا ہے۔ مثلاً کوئی عورت تین ماہواریوں کی عدت پوری کیے بغیر طلاق ملنے کے فوراً بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلیتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کا آگے نکاح کرنا تو باعثِ گناہ ہوگا لیکن اس کے نکاح کے بعد کے تعلقات کو زنا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یا کسی عورت کے رحم میں کوتاہی کی وجہ سے دو نطفے جمع ہوگئے ہیں، تب یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے۔

ایسے ہی لونڈی سے تعلق قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک ماہواری انتظار کیا جائے تاکہ اس کے رحم کا خالی ہونا (استبراء رحم) یقینی ہوجائے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس امر کا دھیان نہ کرے تو ایسی صورت میں اس احتیاط کو ملحوظ نہ رکھنے کی سزا تو اُسے دی جائے گی، البتہ اس کا ہم بستری کرنا 'زنا' شمار نہیں ہوگا۔ چونکہ ان تمام صورتوں میں ان کا نکاح یا لونڈی سے تعلق درست ہے، اب شبہ پڑجانے کے وقت دو مردوں میں سے بچے کا فیصلہ کس کے حق میں کیا جائے؟ قیافہ یا دیگر قرائن سے اس امر کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔ گویا قیافہ یا کوئی اور یقینی امر بھی، اکیلا نسب کو ثابت کرنے کی بنیاد نہیں بن سکتا، بلکہ اس کے ذریعے جائز نکاح کے بعد صرف ترجیح کا فائدہ لیا جاسکتا ہے۔

اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام جدید سائنسی تحقیقات کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام غلط تعلق کے نتیجے میں ہونے والے فعل کو شرعی حیثیت نہیں دیتا اور زانی کو تحفظ دینے کی بجائے اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ باوجود اس امر کے، کہ بچے کا اپنے باپ سے تعلق مشاہدہ یا دیگر یقینی دلائل سے بھی حاصل ہوچکا ہو یا اعتراف کے نتیجے میں انہیں سزا بھی مل چکی ہو۔ گویا اسلام میں جینیاتی حقوق نکاح کے بعد ہی معتبر ہوتے ہیں، اُس سے پہلے نہیں۔ یہاں تو یہ کہنا چاہئے کہ اسلام مشاہدہ اور زانی کے اعتراف کو بھی کوئی حیثیت نہیں دیتا کجا یہ کہ وہ ڈی این اے ہو کیونکہ اسلام کے پیش نظر اس فعل کی جائز اور ناجائز حیثیت کے مابین فرق کرنا ہے۔

یورپ میں جو بحث ان دنوں بڑی گرم ہے کہ انسان کے قانونی حقوق برتر ہیں یا جینیاتی تو

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں اس کا فیصلہ پہلے سے کردیا گیا ہے۔ یہ سوال وہاں پیدا ہی اس لئے ہوا کیونکہ وہاں زنا کی تعریف کو بدل کر بغیر نکاح کے جنسی تعلقات کو گوارا کرلیا گیا ہے۔

❶ عروہؒ بن زبیرؒ سے مروی ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے اُنہیں بتایا کہ

''جاہلیت میں نکاح چار طرح سے ہوتے تھے:

① ایک تو نکاح کی وہ صورت جو آج کل مروّج ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنی بیٹی یا زیر ولایت لڑکی سے نکاح کی پیش کش کرتا اور حق مہر کے ساتھ اس کا نکاح قرار پاجاتا۔

② نکاح استبضاع: جس میں ایک شخص اپنی بیوی کو حیض سے فارغ ہونے کے بعد کسی عالی نسب یا معزز آدمی کے پاس ہم بستری کے لئے بھیج دیتا۔ حمل قرار پانے تک اس کا حقیقی شوہر اپنی بیوی سے ہم بستری سے اجتناب کرتا۔ یہ کام اس لئے کیا جاتا تاکہ بچہ اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل اور نجیب صفت ہو۔

③ نکاح کی تیسری صورت یہ ہوا کرتی کہ ایک عورت سے ۱۰ کے قریب لوگ ہم بستری کیا کرتے۔ حمل قرار پانے کے بعد وہ عورت سب کو بلاتی اور کوئی انکار کی جرات نہ پاتا۔ وہ عورت اس بچے کو جس کی طرف منسوب قرار دیتی، اس شخص کے لئے اس کو ماننے کے سوا چارہ نہ ہوتا، پھر وہی اس بچے کا نام وغیرہ رکھتا۔

④ فاحشہ عورتوں کے پاس بے شمار لوگ زنا کاری کے لئے آتے رہتے، ایسی عورتوں کے دروازوں پر مخصوص جھنڈے لگے ہوتے۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو قیافہ شناس کو بلایا جاتا اور وہ اس بچہ کو جس سے منسوب کرتا، اسی کی طرف اس کی نسبت سمجھی جاتی اور معاشرے میں اسی کی ولدیت سے وہ معروف ہوجاتا... جب اللہ نے نبی کریمؐ کو مبعوث فرمایا تو آپ نے تمام نکاحوں کو باطل قرار دیتے ہوئے صرف نکاح کی پہلی صورت باقی رکھی۔'' (بخاری: ۵۱۲۷)

اس حدیث میں نکاح کی چاروں صورتوں کے ساتھ جاہلیت میں نسب کے تعین کی صورتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، ان چار صورتوں میں جہاں تک نسب کا تعلق ہے تو اسلام میں اس کا ثبوت صرف پہلی صورت کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری صورت میں زنا ہونے کی وجہ سے چاہے امر واقعہ میں اس کا باپ زانی شخص ہے لیکن اس بچے کو قانونی طور پر اس سے منسوب نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اس کے دلائل گزر چکے ہیں۔

تیسری صورت میں بھی عورت کی طرف سے نسب کے تعین کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جہاں تک چوتھی صورت ہے تو اسلام کی رو سے کسی کوتاہی یا غلطی کے موقعہ پر قیافہ شناسی کی بنا پر کسی ایک سے نسب کو ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مرد وعورت کا آپس میں جائز نکاح کا تعلق قائم ہو چکا ہو، گویا نسب کی اصل اور واحد بنیاد صرف جائز نکاح ہے اور قیافہ یا ڈی این اے وغیرہ اس میں شبہ کی صورت میں صرف ترجیح کا کردار ادا کریں گے۔ قیافہ اور ڈی این اے میں فرق یہ ہے کہ قیافہ میں انسانی تجربہ اور عام مشاہدہ کے ذریعے اعضا کی مشابہت کی بنا پر بچے کی والد سے مشابہت تلاش کی جاتی ہے جبکہ ڈی این اے میں سائنسی تجزیات کی مدد سے نسبتاً زیادہ یقینی طور پر اور مزید باریک بینی سے جینیاتی معلومات کی بنا سے اس امر کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ڈی این اے کا تجزیہ اگر دورانِ عمل کسی غلطی سے محفوظ ہو تو اس پر قیافہ کی نسبت زیادہ انحصار کیا جاسکتا ہے۔

❷ اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے دور میں پیش آیا۔ آپ کے پاس دو آدمی آئے اور دونوں ایک بچے کے بارے میں اپنا اپنا دعویٰ کررہے تھے۔ تو حضرت عمر بن خطابؓ نے قیافہ شناس کو طلب کیا، دونوں کو دیکھ کر وہ کہنے لگا کہ یہ دونوں اس بچہ میں شریک ہیں۔ (اس عجیب دعویٰ پر) حضرت عمرؓ نے اس قیافہ شناس کو درّہ سے مارا اور اس عورت کو بھی طلب کرلیا اور اس سے کہا: سچ سچ بتاؤ، تو وہ کہنے لگی:

"كان هذا لأحد الرجلين يأتيني وهي في إبل لأهلها فلا يفارقها حتى يظن وتظن أنه قد استمر بها حبل ثم انصرف عنها فأهريقت عليه دماء ثم خلف عليها هذا تعني الآخر فلا أدري من أيهما هو قال فكبر القائف فقال عمر للغلام وال أيّهما شئت (موطأ مالك: ۱۴۵۱)

''ان دونوں میں یہ آدمی میرے پاس آیا کرتا تھا اور میں اپنے اونٹوں کو چرا رہی ہوتی۔ یہ آدمی اس وقت تک مجھ سے جدا نہ ہوتا جب تک اسے اور مجھے یقین نہ ہوجاتا کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔ پھر یہ آدمی چلا جاتا، اس کے بعد مجھے خون آجاتا۔ پھر دوسرا آدمی اس کے بعد آجایا کرتا (اور ایسا ہی کرتا) میں نہیں جانتی کہ یہ دونوں میں سے کس کا ہے؟ راوی کہتا ہے کہ قیافہ شناس نے 'اللہ اکبر' کہا اور حضرت عمرؓ نے لڑکے کو کہا: جس سے تم چاہو، اپنے آپ کو منسوب کرلو۔''

حضرت عمرؓ کا ایسے واقعہ میں قیافہ شناس کو بلانے سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا مسئلہ قیافہ شناس

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ اور قیافہ شناس کو درّہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بچہ بیک وقت دو آدمیوں کا کیونکر ہوسکتا ہے۔ پھر عورت کے خون آنے کا دعویٰ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اسے حیض کا باقاعدہ خون آتا بلکہ اس سے تھوڑا بہت خون مرا دہوسکتا ہے۔ گویا ایک حیض میں ہی دو مرد اس عورت سے زنا کاری کیا کرتے۔ اور بچے کو اپنی مرضی سے منسوب ہونے کا اختیار دینے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ قیافہ شناس سے فیصلہ ممکن نہ ہوا اور بچہ سن رُشد کو پہنچ چکا تھا، اس لئے اس سے اس کا فیصلہ کرالیا گیا۔

❸ بعض اوقات اس مسئلہ میں بڑی عجیب عجیب صورتیں سامنے آتی ہیں، جیسا کہ دو آدمی ایک عورت میں جائز نکاح کے ذریعے شریک ہوجاتے ہیں، لیکن واقعہ میں ایک ایسا یقینی امر مل جاتا ہے جو بچے کے نسب کا فیصلہ کردیتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ فیصلہ معتبر سمجھا جائے گا۔ چنانچہ موطأ امام مالکؒ میں ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا، چنانچہ اس نے چار ماہ دس دن کی عدت گزاری اور اس کے بعد ایک مرد سے نکاح کرلیا۔ نکاح کے پورے ۴ ماہ ۱۵ دن بعد اس عورت نے ایک صحت مند بچے کو جنم دیا۔ یہ آدمی اپنا معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا، حضرت عمرؓ یہ سن کر سوچ میں پڑ گئے اور بڑی بوڑھیوں کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ ایک بوڑھی عورت بولی کہ اس کی وجہ میں بتاتی ہوں، ہوا یوں کہ جب اس کا پہلا شوہر فوت ہوا تو اس سے یہ حاملہ تھی، یہ اسی کا حمل ہے جو سوکھ گیا تھا، بعد میں اسی نطفہ میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے اور نو ماہ پورے ہونے پر وضع حمل ہوگیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کی بات کی تصدیق کی اور اس شوہر بیوی میں جدائی کروا کے اس بچے کو فوت شدہ شوہر سے منسوب کردیا۔ (موطأ: ۱۴۵۰)

☜ بعض صورتوں میں ایسے بچے کو بعد میں ہم بستری کرنے والے کو بھی دیا گیا ہے۔ نسب کے بارے میں ۱۰ سے زائد واقعات أقضیة الخلفاء الراشدین میں ذکر کئے گئے ہیں۔ (۲۹۸/۱ تا ۳۱۳) ان میں سے اکثر واقعات کا تعلق دورِ جاہلیت کے تعلقاتِ مباشرت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں سے ہے۔ البتہ ان سے قیافہ شناسی سے مدد لینے کا اُصول ضرور ثابت ہوتا ہے۔ تفصیل کے خواہش مند محولہ کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

www.KitaboSunnat.com

قرعہ اندازی: جب ایک عورت سے دو مردوں کا تعلق اس انداز سے قائم ہو کہ یہ تعلق اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز نہ ہو تو اس صورت میں بعض اوقات قرعہ اندازی سے بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علیؓ کو دورِ نبویؐ میں یمن میں قاضی بنا کر بھیجا گیا تو وہاں آپ نے ایسے ہی ایک مسئلہ میں فیصلہ فرمایا اور جب یہ فیصلہ نبی کریمؐ کو بتایا گیا تو آپ نے اس پر تبسم فرمایا، یہ واقعہ سنن نسائی اور سنن ابوداود میں موجود ہے۔ زید بن ارقمؓ سے مروی ہے:

أتي علي بثلاثة وهو باليمن وقعوا على امرأة في طهر واحد فسأل اثنين أتقران لهذا بالولد؟ قالا: لا حتى سألهم جميعًا فجعل كلما سأل اثنين قالا: لا فأقرع بينهم وألحق الولد بالذي صارت عليه القرعة وجعل عليه ثُلُثَي الدية قال فذُكر ذلك للنبي ﷺ فضحك حتى بدت نواجذه (صحیح ابوداود: ۱۹۸۷)

حضرت علیؓ کے پاس یمن میں تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی۔ آپ نے دو آدمیوں سے باری باری پوچھا: کیا تم اس تیسرے کو یہ بچہ دینے کا اقرار کرتے ہو، ان دونوں نے کہا: نہیں۔ حتی کہ جب آپ تمام سے پوچھ بیٹھے اور ہر ایک نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا، اور بچے کو اس سے منسوب کردیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا۔ اور اس کو پابند کیا کہ تم دو تہائی دیت ادا کرو۔ جب یہ بات نبی کریمؐ کو بتائی گئی تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہوگئیں۔''

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ سنن ابوداود پر اپنی 'تعلیقات' میں اس حدیث پر لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حزمؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بچے کے بارے میں فیصلہ نہ ہو تو اس کو قرعہ کے ذریعے کسی ایک سے الحاق کردیا جائے۔ یہ اسحٰق بن راہویہؒ اور امام شافعیؒ کا پہلا قول ہے۔ جبکہ امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک اس کے بجائے حدیث القیافة☆ کی بنا پر قیافہ شناس سے کام لینا زیادہ بہتر ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں قرعہ یا قیافہ دونوں کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے۔''

اس مسئلہ کو قیافہ کی بجائے قرعہ اندازی سے حل کرنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ قیافہ شناس وہاں موجود نہ ہوں یا قیافہ شناس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو، جیسا کہ نسائی پر حاشیہ

www.KitaboSunnat.com

سندی میں اس کا رجحان ظاہر کیا گیا ہے۔

جہاں تک قرعہ کے ذریعے والد قرار دیے گئے شخص پر دیت کے دو تہائی عائد کرنے کا تعلق ہے تو اس کی توجیہ کے بارے میں مسند حمیدی میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

فقال علي لاثنين منهم أتُطِيبان به نفسًا لصاحبكما قالا: لا، ثم قال للآخَرَين أتطيبان به نفسا لصاحبكما قالا: لا، فقال علي: أنتم شركاء متشاكسون إنني مُقرع بينكم فأيكم أصابته القرعة ألزمتُه الولد وأغرمتُه ثُلُثَي قيمة الجارية لصاحبه (ج۲رص۳۴۵، رقم: ۷۸۵)

''حضرت علیؓ نے باری باری دو سے پوچھا: کیا تم دو اپنے ساتھی کے لئے اس سے بخوشی دستبردار ہوتے ہو۔ انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے باقی دو سے یہی پوچھا، اُنہوں نے بھی نفی میں جواب دیا تو آپ نے کہا کہ اب تم سب برابر کے شریک ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں، جس کے نام قرعہ نکل آیا، اس کو یہ بچہ میں حوالے کردوں گا اور اس کو کہوں گا کہ وہ لونڈی کی دو تہائی قیمت دوسرے ساتھیوں کو ادا کرے۔''

حافظ ابن قیم الجوزیہؒ کہتے ہیں کہ

لما لحق به صارت أمّ ولد وله فيها ثلثها فغرمه قيمة ثلثيها الذين أفسدهما على الشريكين بالاستيلاد فلعل هذا هو المحفوظ، وذِكرُ ثلثي دية الولد وهم أو يكون عَبَّر عن قيمة الجارية بالدية لأنها هي التي تؤدىٰ بها فلا يكون بينهما تناقض

''جب وہ بچہ اس سے منسوب ہوگیا تو گویا یہ لونڈی اس کی اُم ولد بن گئی جبکہ اس کا اس لونڈی

☆ حدیثِ قیافہ زیدؓ بن حارثہ اور اسامہؓ بن زید کے بارے میں ہے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ اسامہؓ کا رنگ تارکول کی طرح سیاہ تھا اور ان کے والد زید کا رنگ روئی کی طرف سفید۔ اور لوگ ان کے بارے میں مختلف چہ میگوئیاں کرتے تھے۔ ایک روز نبی کریمؐ گھر میں آئے اور آپ کے چہرے پر مسرت نمایاں تھی، آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: «ألم تر أن مجززا المدلجي رأى زيدا وأسامة قد غطيا رءوسهما بقطيفة وبدت أقدامهما فقال إن هذه الأقدام بعضها من بعض» (صحیح ابوداود: ۱۹۸۴)

''کیا تم نے (قیافہ دان) مجزز مدلجی کی بات نہیں سنی، اس نے زید اور اسامہ کو لیٹے دیکھا، دونوں نے سر پر چادر اوڑھی ہوئی تھی اور پاؤں نظر آرہے تھے۔ تو کہنے لگا کہ یہ پاؤں آپس میں ایک دوسرے سے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

میں صرف تیسرا حصہ تھا، تو حضرت علیؓ نے اس پر اس باقی دو تہائی کی ادائیگی عائد کردی جن کا اب اس لونڈی سے صحبت کرنا (اُمّ ولد بن جانے کی بنا پر ملنے والے آزادی کی بنا پر) ممنوع ہوگیا۔اور اسے بچے کی دو تہائی دیت قرار دینا وہم ہے یا یہاں لونڈی کی قیمت کو دیت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اسی کی ادائیگی کی جانا تھی۔ایسی صورت میں کوئی تضاد باقی نہ رہا۔''

احادیث میں زیادہ تر واقعات لونڈیوں کے آئے ہیں، اس سے یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ یہ احکام لونڈیوں سے ہی مخصوص ہیں۔ دراصل ایسی کوتاہی زیادہ تر انسان لونڈیوں کے بارے میں ہی کرتا ہے، جہاں تک آزاد عورت کا معاملہ ہے تو مکمل حقوق رکھنے کی وجہ سے اور اس سے عزت وشرف کو زیادہ منسوب سمجھنے کی وجہ سے ایسی بے احتیاطی وہاں کم ہوتی ہے۔

علم القیافۃ فقہا کی نظر میں

قیافہ کے علم کے دو پہلو ہیں: ایک تو کھوجی جو قدموں کے نشانات سے کسی وقوعہ کا کھوج لگاتا ہے، اسے قیافة الأثر کہتے ہیں۔ دوسرا قیافة البشر جس کا مقصد مشابہتوں کی بنا پر آپس میں نسبی تعلقات کو جوڑنا ہوتا ہے۔

جمہور فقہا (مالکی، شافعی اور حنابلہ) کے نزدیک اختلاف کے وقت قیافہ کے ذریعے نسب کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ان کی دلیل حدیثِ قیافہ (اسامہؓ اور زیدؓ کی مشابہت) اور حضرت اُمّ سلیمؓ سے نبی کریمؐ کا مکالمہ ہے۔شافعیہ اور حنابلہ کے خیال میں قیافہ شناس کے ذریعے باندی اور آزاد عورت دونوں کے بچوں کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک اس سے صرف باندی کے متعلق فیصلہ کیا جانا چاہئے البتہ اگر کبھی بچہ بوقت ولادت گم جائے یا اشتباہ واقع ہوجائے تو ایسی صورت میں قیافہ شناس سے آزاد عورت کے بچے کے فیصلے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قیافہ بھی کہانت کی طرح مکروہ علم ہے، اور شریعت نے نسب کو ثابت کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ قائم کیا ہے اور وہ ہے جائز بستر، اور جس آدمی کو اپنے بچے کے بارے میں شبہ ہو تو اسے حدیث لعان کی رو سے لعان کا حکم ہے نہ کہ قیافہ شناس سے فیصلہ کرانے کا۔علاوہ ازیں مجرد شباہت ایک ناقابل اعتبار امر ہے، کبھی بچہ اپنے کسی دور کے رشتہ دار سے بھی مشابہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ ایک آدمی کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہونے کا واقعہ

www.KitaboSunnat.com

کتبِ احادیث میں آیا ہے۔حنفیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ

ومفاد هذا كله أن النسب يثبت للرجل عند الحنفية بثبوت سببه وهو النكاح أو ملك اليمين ولا يرجع عمل القائف إلى شيء من ذلك وإنما يرجع إلى معرفة التخلق من الماء وهو لا يثبت به النسب حتى لو تيقنا من هذا التخلق ولا فراش فإن النسب لا يثبت (المبسوط ۱۷/۷۰، شرح معاني الآثار للطحاوي: ۳/۱۱۶، ۱۸۰و۴/۱۶۱والموسوعة الفقهية: ۳۴/۹۸)

''تمام تر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک آدمی کا نسب صرف اس کا سبب ثابت ہونے پر موقوف ہے اور وہ سبب نکاح ہے یا ملکِ یمین۔ جبکہ قیافہ کا کوئی انحصار ان چیزوں پر نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار تو نطفہ کے ذریعے مشابہت کو تلاش کرنا ہے لیکن اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اگر ہمیں خلقت میں مشابہت کا یقین بھی حاصل ہوجائے اور اس کا محل جائز بستر نہ ہو تو نسب کسی طرح ثابت نہیں ہوگا۔''

زیرِ نظر مضمون میں جو موقف ہم نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں نقطہ ہائے نظر کے متفقہ نکات پر مبنی ہے۔ حنفیہ کے اس نکتہ پر ہمیں پورا اتفاق ہے کہ نسب نکاح یا ملک یمین کے بغیر ثابت ہونا ممکن نہیں، البتہ جب ایک مقام پر غلطی یا کوتاہی سے دو افراد ایک جائز عورت میں شریک ہوجائیں، گویا نسب کی اصل بنیاد قائم ہوجائے تب قیافہ یا قرائن مثلاً ڈی این اے وغیرہ سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

پاکستان میں ایسے دو واقعات

❶ گذشتہ دنوں ہمارے ہاں ایسے دو کیس عدالتوں میں پیش آئے ہیں جن میں نسب کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ ان دونوں کیسوں میں ڈی این اے کے ذریعے نسب کو ثابت کرنے کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی۔

پہلے واقعہ کا خلاصہ یوں ہے کہ نشتر ٹاؤن لاہور کے رہائشی طارق مسیح کے مطابق روحیل ۲۰۰۱ء میں پیدا ہوا اور دو سال تک اس کے گھر میں اس کی بیوی کے پاس رہا۔ ۲۰۰۳ء میں یہ بچہ اغوا ہوگیا۔ ۲۰۰۵ء میں جب یہ بچہ محمد علی نامی ایک شخص اور اس کی بیوی کے پاس سے برآمد ہوا تو طارق مسیح نے اس کی واپسی کی درخواست تھانے میں جمع کرادی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ بچہ

www.KitaboSunnat.com

میرا ہے، جیسا کہ اس کی پیدائش پرچی وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے، لہٰذا اسے میرے حوالے کیا جائے۔ اس موقعہ پر شہزاد مسیح نامی ایک کنوارے لڑکے نے یہ دعویٰ کیا کہ روحیل تو میرا بیٹا ہے اور ثمینہ ابراہیم گجر نامی ایک لڑکی سے ناجائز تعلقات کے نتیجے میں یہ بچہ پیدا ہوا تھا۔ تھانے میں اس نے ثمینہ سے اپنی شادی کا تذکرہ کیا، البتہ جب یہ معاملہ عدالت میں چلا گیا تو وہاں عدالت کے روبرو اس نے صرف تعلقات اور شادی کے وعدہ کا ذکر کیا۔ وہاں شہزاد عرف پپو نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اپنے اس بچے کو میں نے محمد علی کے پاس اچھی تربیت کے لئے رکھوایا ہوا ہے۔ اب اس بچے کے باپ ہونے کے دو عیسائی شخص دعویدار ہیں:

① کنوارا شہزاد جو ثمینہ ابراہیم کے ساتھ تعلقات کے نتیجے میں اسے اپنا بیٹا قرار دیتا ہے۔

② طارق مسیح جو اسے اپنا اور اپنی بیوی کا بچہ قرار دیتا ہے۔

عدالت نے اس سلسلہ میں ثمینہ کا بیان لئے اور واقعہ کی تفصیلات میں جائے بغیر دونوں سے کہا کہ اگر ڈی این اے ٹیسٹ کرا لیا جائے تو کیا اس کا نتیجہ آپ دونوں مانیں گے؟ دونوں نے اس کا اقرار کرلیا۔ ڈی این اے ٹیسٹ میں یہ بچہ شہزاد سے مشابہ نکل آیا، سو عدالت نے ۲۷/اپریل ۲۰۰۵ء کو ایک فیصلہ کے ذریعے اس کے حوالہ کردیا۔

اس عدالتی فیصلہ کے بارے میں روزنامہ پاکستان میں ۱۰/مئی ۲۰۰۵ء کو ایک مذاکرہ ہوا، جس میں علما کرام کے علاوہ ماہر ڈاکٹرز کو بھی دعوت دی گئی۔

مذاکرہ میں مدعو مہمان ڈاکٹر امینہ نے ڈی این اے ٹیسٹ کی حیثیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ ٹیسٹ اگر صحیح ہوجائے تو اس کے نتائج سو فیصد ہوتے ہیں اور ہر آدمی کا ڈی این اے دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ ایک کھرب افراد کے بعد کسی ایک کا دوسرے سے ڈی این اے ملے۔ اس لئے اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، البتہ پاکستان میں ڈی این اے ٹیسٹ ہونے کے معیاری انتظامات موجود نہیں۔''

زیر بحث مسئلہ کے بارے میں وہاں مختلف اہل علم نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا جو روزنامہ پاکستان میں شائع بھی ہوچکے ہیں۔

اس فیصلہ پر ہمارا تبصرہ نکات کی صورت میں حسبِ ذیل ہے:

www.KitaboSunnat.com

① ہائیکورٹ نے انسانی قوانین کے پیش نظر اس مسئلہ کو زنا کی حیثیت سے علیحدہ کرکے غور کیا ہے، جبکہ نسب کا مسئلہ کوئی مجرد سوال نہیں بلکہ یہ نسب ایک فعل کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ فعل درست ہے تو اس کی بنا پر نسب کو ثابت کیا جانا چاہئے، اور اگر وہ فعل درست نہیں تو اس نسب کا اعتبار نہیں ہونا چاہئے۔ عدالت کا نسب کو مجرد طور پر زیر بحث لانا درست نہیں۔ عدالت کا یہ رویہ جدید سائنس سے مرعوبیت اور اسلامی شریعت سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

② شہزاد کا دعویٰ ہے کہ وہ ابھی تک کنوارا ہے، اگر وہ کنوارا ہے اور یہ بچہ ثمینہ سے غلط تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، تو یہ زنا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔

③ اگر شہزاد کا ثمینہ سے شادی کا دعویٰ بھی مان لیا جائے تو اسلام کی رو سے عیسائی مرد سے مسلمان عورت کی شادی نہیں ہوسکتی، تب بھی یہ نکاح باطل ہے جس کی وجہ سے شہزاد کو یہ بچہ نہیں مل سکتا۔ عدالت کو شہزاد کے اعترافِ زنا کے جرم میں سزا دینا چاہئے، اگر اسلام کی رو سے نہیں تو کم ازکم عیسائیت کی رو سے حرام ہے یا پاکستانی قانون میں زنا ایک قابل سزا جرم!

④ بالفرض یہ بچہ شہزاد اور ثمینہ کے تعلقات کے نتیجے میں تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس بچے کو ثمینہ کو دینا چاہئے تھا، جبکہ عدالت نے ثمینہ کے بارے میں معمولی تحقیق یا اس کا بیان لینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔

⑤ عدالت کا بچے کو شہزاد کے حوالے کردینا گویا زنا کا انعام دینے کے زمرے میں آتا ہے اور اس سے اسلامی معاشرت شدید خطرے میں پڑ جاتی ہے کہ ایک آدمی غلط کام کا بھی ارتکاب کرے اور ساتھ اس زنا کے نتیجے میں ہونے والے بچے کا وارث بھی بن بیٹھے۔

❷ ایسا ہی ایک واقعہ انہی دنوں عدالتِ عالیہ میں امریکہ میں مقیم شخص کا پیش آیا۔ یہ شخص گاہے بگاہے پاکستان آتا رہتا۔ اس دوران اس کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ چند سالوں بعد اس کو اس بچی پر شک گزرا تو وہ اسے امریکہ لے گیا اور وہاں اپنا اور اپنی بچی کا DNA ٹیسٹ کروایا، دونوں کی رپورٹ میں فرق نکلا۔ چنانچہ پاکستان آکر اس نے اپنی بیوی اور ایک غیر شخص پر زنا کا پرچہ کٹوا دیا۔ یہ پاکستان کی عدالتی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے۔ دوسری طرف جس شخص پر الزام لگایا گیا، وہ بھی عدالت میں اپنے آپ کو اس الزام سے بری قرار دیتا ہے۔ اس

www.KitaboSunnat.com

کیس میں عدالت نے جناب محمد اسمٰعیل قریشی ایڈوکیٹ کو بھی معاونت کے لئے طلب کیا۔

گذشتہ دِنوں عدالت نے بھی یہ فیصلہ سنا دیا کہ DNA سے زنا کی حد نہیں لگائی جاسکتی۔ اس پر جنرل مشرف نے یہ بیان دیا کہ ہمیں قدامت پسند علما کی تشریحات سے شریعت کو آزاد کرانا ہوگا، DNA زنا کی سزا کے لئے معتبر ہے۔ جناب صدر کے اس بیان کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر DNA کی بنا پر ملزمان کو زنا کی حد لگائی جاتی تب بھی صدر کو اعتراض ہوتا، صدر کے اس بیان کا مقصد علما کے بہانے سے اسلام کو قدیم قرار دینا اور محض مغرب نواز حلقوں کو خوش کرنا ہے۔ تفصیلات کے لئے اخبارات ملاحظہ فرمائیں۔

ڈی این اے کی حیثیت؛ اثباتِ جرم میں

یوں تو ہمارا موضوع اثباتِ نسب میں قرائن کی حیثیت تک محدود تھا، لیکن اس کے ایک اور پہلو پر مختصر بحث بھی تتمہ کے طور پر ملاحظہ فرمایئے۔ جہاں تک اثباتِ نسب کا تعلق ہے تو وہ صرف نکاح سے ثابت ہوتا ہے اور نکاح کے بعد بعض شبہات کی موجودگی میں قرائن یا ڈی این اے کے ذریعے صرف 'نسب کی ترجیح' کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

دوسری طرف رفع نسب کا اسلامی شریعت میں ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے 'لعان'۔ گویا منکوحہ کے بارے میں شوہر کو دیگر لوگوں سے ایک خصوصیت حاصل ہے کہ وہ قسموں کی بنیاد پر اپنی بیوی کے بچے سے اپنے نسب کو رفع کرسکتا ہے، لعان صرف میاں بیوی کے مابین ہے۔ دوسرے کیس میں امریکہ میں مقیم شخص کو بیٹی سے اپنا تعلق منقطع کرنے کیلئے لعان ہی کرنا ہوگا۔

☜ قرائن کی ایک تیسری حیثیت بھی ہے اور وہ ہے اثباتِ جرم کی۔ اثبات جرم کے بھی دو پہلو ہیں: آیا وہ جرم حدود میں سے ہے..... یا اس کا تعلق دیگر جرائم سے ہے۔

اگر اس کا تعلق حدود سے ہے تو حدود کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے بجائے اپنے ذمے لی ہیں، کوئی حاکم نہ تو حد کی سزا میں کمی بیشی کرسکتا ہے اور نہ ہی حد کو لازمی کرنے والے جرم کی تفصیلات میں اپنی طرف سے ترمیم کرسکتا ہے۔ حد زنا میں یوں بھی مقصد صرف جرم کا ثبوت نہیں بلکہ شارع کے پیش نظر مزید حکمتیں بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ وقوعہ کا ثبوت تو دو

www.KitaboSunnat.com

گواہوں سے بھی ہوجاتا ہے لیکن اس بنا پر اس پر حدِ زنا جاری نہیں کی جاتی۔

ڈی این اے وغیرہ قرائن کی حدود میں غیر مؤثر ہونے کی بڑی وجہ نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ «إدرء وا الحدود ما وجدتم لها مدفعا» (سنن ابن ماجہ:۲۵۴۵)

''جہاں حدود ترک کرنے کی کوئی گنجائش ہو، وہاں حدود کو دور کرو۔''

یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہا (احناف، شافعیہ اور حنابلہ) کا موقف یہی ہے کہ حدزنا میں قرائن کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ اس کے عائد ہونے کا جو نصاب نصوص میں آیا ہے (یعنی چار گواہ یا اعتراف) اسی پر اکتفا کیا جائے۔ البتہ فقہا مالکیہ نے حضرت عمرؓ کے اس واقعہ کی بنا پر قرائن کو اثباتِ زنا میں بھی معتبر خیال کیا ہے، جس میں اُنہوں نے ایک کنواری کے حمل کو زنا کے ثبوت کے لئے معتبر قرار دیا۔ (بخاری:۶۸۲۹) اسلام میں زنا کا مسئلہ بطورِ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی سنگینی اس قدر ہے کہ زنا کی جھوٹی تہمت لگانے والے کو بہتان کی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جہاں تک حدود کے علاوہ دیگر جرائم کے لئے قرائن کے معتبر ہونے کا تعلق ہے تو اس میں بھی فقہا قرینہ قطعیہ اور قرینہ ظنیہ کا فرق کرتے ہیں۔ روزنامہ پاکستان میں اس مسئلے پر گزشتہ دِنوں علما کا فورم ہوا جس کی رپورٹ ہفت روزہ 'اہلحدیث' (شمارہ ۳۶/۷/۴ مارچ ۲۰۰۵ء) میں شائع ہوئی۔ اس فورم میں اکثر علما نے ڈی این اے ٹیسٹ کو ظنی قرینہ قرار دیا ہے، راقم کی نظر میں اگر اسے قطعی حیثیت بھی دی جائے تو حدِ زنا میں اس کو معتبر نہیں قرار دیا جاسکتا، البتہ حدود کے سوا دیگر سزاؤں میں اس پر بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ یوں بھی ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ میں دورانِ تجزیہ کوتاہیوں یا مختلف مفادات کو بھی بالخصوص پاکستان جیسے ملک میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل مضامین کا مطالعہ مفید ہوگا:

قانون میں قرائن کی حجیت — مجلّہ 'منہاج' لاہور — اکتوبر ۱۹۹۰ء ص ۳۷ تا ۱۰۶

قیافہ وفراست میں قرائن کی حجیت — مجلّہ 'منہاج' لاہور — اکتوبر ۲۰۰۱ء ص ۱۶۹ تا ۱۸۴

قیافہ اور قرائن کی حیثیت — مجلّہ فکر ونظر، اسلام آباد اور الطرق الحکمیة از ابن قیم الجوزیہؒ

اسی مضمون کا اختصار روزنامہ جنگ کے کلر ایڈیشن مؤرخہ ۱۰ر جون ۲۰۰۵ء اور ہفت روزہ 'الاعتصام' میں دیکھیں

www.KitaboSunnat.com